قسط (۴) (گذشتہ سے پیوستہ)

عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

جناب خورشید احمد صاحب فارق صدر شعبۂ عربی و فارسی دلی یونیورسٹی دہلی

عُمری[1] ۔ متوفی ۷۴۹ھ :-

ابوالحسن محمد بن حرب نے مجھسے[2] بیان کیا کہ شہر بَتن[3] کے باہر اس سے کوئی تین میل دور ایک بڑا مندر ہے جسمیں پتھر کی ایک بڑی مورتی رکھی ہے، مندر میں ساٹھ عورتیں ہیں جنکی جسم فروشی کی کمائی مندر کی ضروریات مورتی کی دیکھ بھال اور مندر کے عملہ پر وقف ہے، اسی مندر میں جو پردیسی سفر کو جاتے یا سفر سے لوٹتے وقت آتے ہیں وہ ان عورتوں سے مفت جنسی ضرورت پوری کرتے ہیں، وہ اگر کسی عورت کو کچھ دیں تو وہ نہیں لیتی۔ ابوالحسن نے مجھ سے کہا کہ میں نے بعض سنیاسیوں کو کہتے ہوئے سنا کہ مندر میں عورتوں کی موجودگی کا سبب یہ ہے کہ اسی علاقہ کے راجہ کی رانی کا گذر جو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔[4] سے بتن آرہی تھی ایک ناریل کے درخت کے پاس سے ہوا، درخت کے نیچے ایک شخص بیٹھا استمنا بالید کر رہا تھا، یہ دیکھ کر وہ ٹھہر گئی اور اسکے حاشیہ کے لوگ بھی رک گئے، وہ ہاتھی پر سوار تھی، رانی کے حکم سے وہ شخص اس کے پاس لایا گیا، وہ آیا تو رانی نے اس سے کہا: بھلے آدمی تجھے خدا کا خوف نہیں، تو اچھا خاصا تندرست آدمی ہے اور یہ کام کرتا ہے، اس شخص نے کہا: کیا کروں مجبور ہوں۔ رانی: تو ایسے شہر میں ہے جہاں کسبیوں کی کمی نہیں پھر

---

[1] مسالک الابصار قلمی دار الکتب، قاہرہ ج ۲ ورق ۲۶۱۔

[2] مجھسے کا مرجع عمری نہیں بلکہ نویں یا دسویں صدی عیسوی کا وہ مؤلف ہے جسکی کتاب سے عمری نے یہ قصہ اقتباس کیا ہے۔

[3] بتن جنوبی ہند کے جنوبی ساحل نیز کاروومنڈل اور مالابار کوسٹ پر کئی بندرگاہ اور شہر تھے جنکے آخر میں بتن یا پٹن، پٹنم لگا ہوتا تھا، اس لئے عمری کے متن میں ذکر کئے ہوئے شہر کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ الکامل بلنقابل، موجودہ رامیشورم کے قریب تھا۔۔۔ صدی تک۔ [4] یہاں دو بگڑے ہوئے لفظ ہیں جن کی صحیح شکل معلوم نہ ہوسکی۔

بھی یہ حرکت کرتا شہر سے واپس جا رہا ہے۔ اس شخص نے کہا میں پردیسی ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ رانی نے حکم دیا کہ اس کا جھاڑا لیں، جھاڑا لیا گیا تو واقعی اس کے پاس کچھ نہ نکلا۔ رانی کو بیچارے کی یہ زبوں حالی دیکھکر بڑا دکھ ہوا اور اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے کہا۔ واقعی یہ پردیسی ہے اور مجبور، اس کے پاس پیسہ نہیں کہ کسی کسبی کے پاس جائے، اس کی اور اس جیسے کنگلوں کی تکلیف کا گناہ ہمارے سر ہے۔ اس نے اپنے سکریٹری سے کہا: میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ہلونگی جب تک تم انجنیروں کو نہیں بلاؤگے اور اس جگہ ایک مندر کا تخمینہ نہیں لگاؤگے مندر میں پردیسیوں اور مسافروں کے لئے دیوداسیاں رکھو جو رات کو ان کے ساتھ رہیں، اسطرح رانی نے مندر بنوایا اور اس میں مورتی رکھی اور مسافروں کے لئے ساٹھ کنیزیں وقف کیں جب کوئی کنیز بوڑھی ہوجاتی تو اس کی جگہ جوان رکھدی جاتی۔ شہر کا کوئی آدمی یا مندر کا کوئی خدمتگار اگر ان سے جنسی ضرورت پوری کرتا تو اس کو فیس دینا ہوتی لیکن پردیسیوں سے کچھ نہ لیا جاتا۔

سلیمان تاجر[1] (نویں صدی عیسوی):-

ہندوؤں میں ایسے خدا پرست لوگ ہیں جو ان جزیروں میں چلے جاتے ہیں جو وقتاً فوقتاً سمندر میں نمودار ہوتے رہتے ہیں اور ثواب کی خاطر ان جزیروں میں ناریل کے درخت لگاتے ہیں اور کنوئیں کھودتے ہیں تاکہ ادھر سے گذرنے والے جہازوں کو ناریل اور پانی مل سکے۔

ادریسی[2] (بارہویں صدی عیسوی)

لنکا کے لوگ ان چھوٹے جزیروں میں ناریل کی نگہداشت کرتے ہیں جو لنکا آنے والے بحری راستوں میں واقع ہیں اور کسب ثواب کے لئے آنے جانے والے بحری مسافروں کو بلا معاوضہ ناریل کھلاتے ہیں۔

بت پرستی اور اسکے اسباب

بیرونی[3]:-

عوام کی طبیعت محسوسات کی طرف لپکتی ہے اور معقولات سے ابا کرتی ہے، معقولات سے صرف

---

[1] سلسلۃ التواریخ ۱/۱۴۲ — ایک مشہور بندرگاہ مدوری پٹن تھا، بہت ممکن ہے جس سے یہی شہر مراد ہو۔

[2] نزہۃ المشتاق کا وہ حصہ جو ہندوستان سے متعلق ہے ایلیٹ کو ڈاکٹر مقبول احمد ... کتاب الہند ...

علماء دلچسپی لیتے ہیں اور انکی تعداد ہر زمانہ اور ملک میں کم رہی ہے، عام لوگوں کو چونکہ ظاہری پیکر سے سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اس لئے اکثر مذاہب نے کتابوں میں تصویریں اور عبادتگاہوں میں مجسمے بنالئے ہیں جیسے یہودی، نصرانی اور بالخصوص منافی، ہمارے قول کی توثیق اس دلیل سے ہوگی کہ اگر رسول اللہ، مکہ اور کعبہ کی تصویر کسی عام مرد یا عورت کو دکھائی جائے تو وفورِ شوق وعقیدت سے اس کے دل میں تصویر چومنے اور اس کے سامنے اپنے رخساروں کو زمین پر رگڑنے کی خواہش پیدا ہوگی گویا وہ خود اسی کو دیکھ رہا ہو جس کی تصویر ہے اور حج وعمرہ کے مناسک خود ادا کر رہا ہو۔

عوام کا محسوسات کی طرف یہ میلان ہی بڑی ہستیوں جیسے انبیا، علما اور فرشتوں کے مجسمے بنانے کا محرک ثابت ہوا تاکہ موت کے بعد ان ہستیوں کے یہ مجسمے ان کی یاد تازہ کرتے رہیں اور مرتے دم تک ان کی عظمت کے نقوش دلوں سے محو نہ ہوں، ان مجسموں کو بنے ہوئے سالہا سال ہوگئے اور قرنہا قرن بیت گئیں حتی کہ ان کے اسباب وعلل تک ذہنوں سے محو ہوگئے اور ان کی تعظیم نے رسم ورواج کی حیثیت اختیار کرلی، پھر مذہبی قانون ساز ہستوں کی راہ سے عوام میں داخل ہوئے اور انھوں نے بتوں کی پوجا ان پر فرض کردی۔

بت پرستی سے متعلق ہندوؤں کی خرافات کا ذکر کرنے سے پہلے ہم ایک ضروری تصریح کئے دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بت پرستی کی طرف صرف ہندو عوام کا رجحان ہے، وہ لوگ جو نجات کے طالب ہیں یا بحث ومناظرہ اور تحقیق سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ خدا کے سوا کسی مخلوق یا اس کے مجسمے کی عبادت نہیں کرتے، اپنے اس قول کی تائید میں ہم ایک قصہ نقل کرتے ہیں جو شونک نے راجہ پریکشت[۱] (پرکش) سے بیان کیا تھا۔

پرانے زمانہ میں انبرش (امبرش) نامی ایک راجہ تھا، جب دنیاوی اقتدار کی طرف سے اس کی ساری آرزوئیں پوری ہوگئیں تو وہ تارک الدنیا ہوگیا اور سب سے منہ موڑ کر ہمہ تن خدا کی یاد میں مشغول ہوگیا۔ ایک عرصہ بعد فرشتوں کا سردار اندر[۲] ہاتھی پر سوار ان کے پاس آیا اور کہا: مانگو جو من چاہے ہم دینگے۔ راجہ انبرش: مجھے آپ کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، آپ کی عنایت سے مجھے جو کامیابی اور سربلندی عطا ہوئی ہے

[۱] ایودھیا میں حکومت کرتا تھا۔ [۲] ہمارے مراجع اندر کو فرشتوں کا سردار نہیں بلکہ آسمانوں اور فضا کا اللہ بتلاتے ہیں

اس کے لئے میں آپکا احجاری ہوں لیکن میں آپ سے نہیں بلکہ اس ذات سے ما
پیدا کیا ہے ۔ اندر ، عبادت کا مقصد یہ ہے کہ عبادت گزار اسکا اچھا صلہ پائے ، یہ
اور یہ نہ کہو کہ تم سے نہیں دوسرے سے لونگا ۔ راجہ انبرش ، دنیا کی سب نعمتیں مجھے
اور میں ان کی طرف سے منہ موڑ چکا ہوں ، عبادت و ریاضت سے میرا واحد مقصد
ہے اور یہ آپ کے اختیار سے باہر ہے ، پھر اپنی حاجت آپ کے سامنے رکھنے سے کیا فا
عالم میرے زیر فرمان ہے ۔ پھر تم کون ہوتے ہو میری مخالفت کرنیوالے ؟ راجہ ، سکی
مطیع ہوں لیکن میں اس ذات کی عبادت کرتا ہوں جس سے آپنے یہ قوت پائی ہے ا
پالنہار (رب) ہے جس نے بل اور سرکش فرشتوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا ، براہ کر
پر چھوڑ دیجئے جس کو میں نے پسند کیا ہے اور یہاں سے تشریف لے جائیں اندر ، تم
سے نہیں باز آئے تو میں تم کو برباد کر دونگا ۔ راجہ ، حسد بھلائی پر کیا جاتا ہے ۔ برائی
بچ دیتا ہے ملائکہ تک اس پر حسد کرنے لگتے ہیں اور اس کو گمراہ کرنے کے در پئے ہو
ان لوگوں میں ہوں جنھوں نے دنیا سے منہ موڑ لیا ہے اور خود کو مالک کی عبادت
۔ خ اور جب تک زندہ ہوں اس کی عبادت کرتا رہونگا ۔ میں نے ایسا کوئی قصور نہیں کیا
میں آپ مجھے قتل کی سزا دیں ، اگر بے قصور آپ مجھے مارنا چاہتے ہوں تو اس کی حسر
میں خدا کا سچا پجاری ہونگا اور اس کی مدد پر مجھے پکا یقین ہوگا تو آپ مجھے کوئی نقص
آپ نے مجھے بہت دیر عبادت سے باز رکھا ، اب میں ادھر متوجہ ہوتا ہوں ۔

جب راجہ عبادت میں مشغول ہوا تو خدا انسانی شکل میں ظاہر ہوا ، اس کا رنگ
کی طرح تھا اور وہ زعفرانی لبادہ میں ملبوس تھا اور گرود (گرود) نامی پرندہ پر سوار تھ
میں سے ایک میں سنکھ تھا جس کو ہاتھی کی پیٹھ سے پھونکا جاتا ہے ، دوسرے ہاتھ
ہتھیار ہے اس قدر تیز کہ جس چیز پر پھینکا جائے اس کو کاٹ ڈالتا ہے ، تیسرے ہا
چوتھے میں لال کنول ۔ راجہ ۔۔ نے خدا کو دیکھا تو مارے خوف کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ،

اور خدا کی حمد و ثنا کرنے لگا۔ خدا اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور اس کو اس کے مقصد میں کامیابی کی بشارت دی۔ راجہ: مجھے ایسی سلطنت حاصل تھی جس میں کوئی میرا حریف یا دشمن نہ تھا اور مجھے ایسی آسائش میسر تھی جس میں نہ غم کی آمیزش تھی نہ مرض کی، دنیا بتمامہا میرے قدموں میں پڑی تھی، پھر جب یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہوئی کہ دنیوی عیش و عشرت سے اخروی سرخروئی نہیں مل سکتی تو میں دنیا سے کنارہ کش ہو گیا، مجھے عبادت و نجات کے علاوہ نہ کوئی آرزو ہے نہ خواہش۔ خدا: نجات گوشہ نشین ہو کر دھیان کرنے اور حواس پر قابو رکھنے سے ملتی ہے۔ راجہ: فرض کیجیے کہ میں اس عنایت کی وجہ سے جو آپ نے مجھ پر کی ہے ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں لیکن دوسرے اس پر کیسے عمل کر سکتے ہیں، انسان کے لئے کھانا اور کپڑا ضروری ہے اور یہ بغیر دنیا سے تعلق رکھے نہیں حاصل ہو سکتے۔ کیا نجات کا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟ خدا: دنیا کو قاعدے اور اعتدال کے ساتھ برتو، دنیا کی تعمیر ہو۔ رعایا کی بہبود یا خیر خیرات جو کام بھی کرو اس میں میری رضا جوئی کا جذبہ ہی کارفرما ہو۔ اگر اندیشہ ہو کہ تم مجھے بھلادو گے تو میرا ہم شکل ایک مجسمہ بنالو اور خوشبو اور روشنی کے ساتھ اس کے پاس آؤ۔ میری اس نشانی کا سہارا لے کر تم مجھے بھولو گے نہیں جس کام میں بھی مشغول ہو میرے ذکر کے ساتھ، جو بات کرو تو ابتدا میرے نام سے کرو۔ جو کام کرو اس میں میری خوشنودی پیش نظر ہو . . . . خدا کا پیکر راجہ کے سامنے سے غائب ہو گیا اور وہ اپنی عبادتگاہ سے لوٹ آیا اور خدا کے حکم کی تعمیل کرنے لگا، ہندو کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد سے بت بنائے جانے لگے۔

ہندوستان کے مشہور بتخانے

ابن الندیم[۵] متوفی ۹۹۵ء/۳۸۵ھ (ہندوستان کے مذاہب پر نویں عیسوی کے وسط میں لکھی ہوئی ایک کتاب کا اقتباس)

ملتان میں ایک بتخانہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے سات مشہور بت خانوں

۵؎ فہرست مصر ۱۳۴۸ھ - ۴۰۵

میں سے ایک ہے۔ اس میں لوہے[1] کی ایک مورتی ہے جس کی لمبائی لگ بھگ چودہ فٹ (سات ذراع) ہے۔ مورتی ایک گنبد کے وسط میں معلق ہے، اس کو ہر طرف مقناطیسی پتھر ہموزن کشش کے باعث گرنے سے روکے ہوئے ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مورتی ایک طرف کو کسی حادثہ کے سبب جھک گئی ہے، یہ بت خانہ پہاڑ کے دامن میں واقع ہے، مورتی والے گنبد کی بلندی تقریباً تین سو ساٹھ فٹ (ایک سو اسی ذراع) ہے ہندو دور دور سے سمندر اور خشکی کے راستے مورتی کی زیارت کو آتے ہیں، بلخ سے ادھر سیدھی سڑک آتی ہے۔ کیونکہ حکومت ملتان اور بلخ کی سرحدیں ملتی ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی اور اس کے دامن میں سنیاسیوں اور پجاریوں کے کمرے ہیں، قربانی اور نذرانوں کے لئے الگ مقررہ ٹھکانے ہیں، کہا جاتا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا جب زائرین کے دل کے دل بتخانہ میں موجود نہ ہوں۔

ہندوؤں کے دو اور بت ہیں، ان میں سے ایک کا نام جُنبکت ہے دوسرے کا زُنبکت، ان کو ایک بڑی وادی کے دو کناروں پر پہاڑ کی چٹانوں سے کاٹکر بنایا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک کی بلندی تقریباً ایک سو ساٹھ (اسی ذراع) فٹ ہے۔ یہ دونوں بت دُور سے نظر آتے ہیں، ہندو... ان کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور نذرانے نیز سلگنے والی خوشبودار اشیاء ساتھ لاتے ہیں۔

اگر دور سے کسی یاتری کی ان پر نظر پڑ جائے تو ضروری ہے کہ وہ ازراہ تعظیم سر جھکائے ہوئے انکے پاس جائے لیکن اگر سر جھکانے کے بعد سہواً یا اتفاقی طور پر وہ ادھر اُدھر دیکھ لے تو اس کو لوٹ کر اتنی دور جانا پڑتا ہے جہاں سے بت نظر نہ آتا ہو اور وہاں سے وہ سر جھکائے بتوں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، مجھے عینی شاہدوں نے بتایا کہ بتوں کے سامنے کافی تعداد میں قربانیاں کیجاتی ہیں اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ تقریباً پچاس ہزار یا زیادہ آدمی مورتیوں پر اپنی جان کے نذرانے چڑھا دیتے ہیں۔

---

[1] ملتان کی مورتی کا ذکر متعدد عربی تحریروں میں ہے لیکن کسی نے اس کو لوہے کا نہیں بتلایا ہے اور ابودُلف مسعر بن مہلہل کے علاوہ جو ابن الندیم کا ہمعصر اور ملاقاتی تھا کسی نے یہ تصریح نہیں کی وہ کمرے کے وسط میں معلق تھی اور کمرہ کی مقناطیسی دیواریں مورتی کو گرنے سے روکے ہوئے تھیں، اسلئے ہمارا خیال ہے کہ پورٹرنے یا تو صحیح مشاہدہ نہیں کیا یا کسی مستانی استعجاب انگیز روایتوں پر اعتماد کر لیا اور یا اسکی مراد ملتان کی علمداری کی کسی دوسری مورتی سے ہے جسکو غلطی سے اسنے ملتان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

ابنِ رُستہ متوفی تقریباً سنہ ۹۱۲ء[1]

ملتان میں ایک بُت ہے جس کی آمدنی بہت زیادہ ہے، وہاں کے شاہان بنو مُنبّہ کی حکومت اوران کی دولت کا دارومدار اسی بُت پر ہے۔ ایک معتبر راوی نے جو سندھ میں کافی رہ چکا تھا مجھے بتایا کہ بُت کی آمدنی حدِ شمار سے باہر ہے، جب ہندوستانی راجہ بڑی بڑی فوجیں لیکر ملتان پر چڑھائی کرتے ہیں تو بنو مُنبّہ اپنی خوشحالی، قوت اور دولت مندی سے حملہ آوروں کو زیر کر دیتے ہیں۔ مجھے ایسے لوگوں نے بتایا جو ملتان کا دورہ کر چکے تھے اور جنھوں نے بت کو جو ایک مرد کی ہم شکل ہے، دیکھا تھا کہ اس کی لمبائی چالیس فٹ (بیس ذراع) سے کچھ زیادہ ہے۔ وہ ایک بڑے ہال میں رکھا ہے، یہ نہیں معلوم کہ اس مورتی کو کس نے بنایا تھا، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ وہ دو ہزار برس پرانی ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ یہ مورتی آسمان سے اتری ہے اور ہم کو اس کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ مورتی کے خدمتگار ہیں جو اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں، مندر کا خرچ مورتی کی آمدنی سے ہوتا ہے خادموں کو کھانا اور کپڑا دیا جاتا ہے، ہندوستان کے سب لوگ اس کی زیارت کو باعث ثواب سمجھتے ہیں، جب کوئی مالدار ہندو مرتا ہے تو وہ مورتی کی خوشنودی کے لئے اپنی نصف یا کل دولت اس کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

ہندو ایک سال کی مسافت کے بقدر یا اس سے بھی زیادہ فاصلہ طے کر کے مورتی کی زیارت کو آتے ہیں، سر منڈا کر بائیں طرف سے عاجزی کے ساتھ سات طواف کرتے ہیں، اس کے سامنے زمین پر لوٹتے اور گڑگڑاتے ہیں۔

مورتی کے چار چہرے ہیں، اس لئے ہر سمت سے اسکا چہرہ یا تریوں کے سامنے رہتا ہے، ہندو کہتے ہیں کہ یہ معبود ہے جس کی عبادت ضروری ہے، جب اس کا طواف کرتے ہیں تو اس کے چاروں چہروں میں سے ہر ایک کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، کوئی زائر اپنی آنکھ نکال کر بت کے پاس لاتا ہے اور کہتا ہے بھگوان! میں یہ آنکھ تیری نذر کرتا ہوں، میری عمر دراز کر دے، مجھے روزی عطا کر، میری یہ خواہش

[1] الاعلاق النفیسہ، ایڈیٹر ڈی خوئے، لائیڈن ۱۸۹۲ء، صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶۔

پھینکا کر دے۔

میرے ایک رپورٹر نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو اال صندل کے دو بھاری کندے ایک سال کی مسافت سے اپنے کندھوں پر اٹھا کر ملتان کی اس مورتی کی طرف روانہ ہوئے۔ تین میل (ایک فرسخ) چلنے کے بعد انھوں نے ایک کندا رکھ دیا اور دوسرے کے ساتھ مزید تین میل کا فاصلہ طے کیا، پھر اسکو بھی رکھ دیا اور پہلے کندے کو لینے لوٹے، اس طرح کندوں کو اتارتے چڑھاتے سال بھر میں مورتی کے پاس پہنچ گئے۔

کوئی یاتری مورتی سے اپنی جان بھینٹ کرنے کی اجازت مانگتا ہے، پھر ایک لمبی لکڑی لیتا ہے اور اس کا ایک سرا خوب نکیلا کر کے اس کو زمین میں گاڑ دیتا ہے، پھر لکڑی پر چڑھ کر اس کے نکیلے سرے پر بیٹھ جاتا ہے اور سرا اس کی پیٹھ میں سے نکل آتا ہے، اس طرح جان دیکر وہ سمجھتا ہے کہ اس نے مورتی کی خوشنودی حاصل کر لی۔ بعض لوگ بہت سامال و متاع لے کر آتے ہیں اور مورتی کے سامنے ڈال کر کہتے ہیں، بھگوان! میری یہ پیش کش قبول کر۔

ملتان کی اس مورتی نیز دوسرے بتوں کے پجاری عورتوں کے پاس نہیں جاتے، نہ گوشت کھاتے ہیں، نہ کوئی جانور ذبح کرتے ہیں، نہ میلے کچیلے گندے کپڑے پہنتے ہیں اور مورتیوں کے پاس جاتے وقت اپنے کپڑے خوشبو میں بسا لیتے ہیں۔ پجاریوں میں صرف وہی لوگ مورتی کے پاس جا سکتے ہیں جنکو اپنے ہاتھ سے اس پر خوشبو لگانے اور اس کو چھونے کا اختیار ہوتا ہے۔ جب وہ مورتی کے حضور آتے ہیں تو زمین پر گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر التجا کرتے ہیں کہ بھگوان ہماری طرف نظر اٹھا، ہم پر رحم کر، وہ روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔

مورتی کا ایک مطبخ ہے جس میں اعلیٰ قسم کا سفید چاول پکایا جاتا ہے، اس کے علاوہ مچھلی اور سبزیوں کے مختلف عمدہ خوشبودار کھانے بھی بنائے جاتے ہیں، پھر کیلے کا ایک پتہ جو اتنا بڑا ہوتا ہے کہ ایک یا دو مرد اس میں لپٹ جائیں، لایا جاتا ہے اور مورتی کے سامنے پھیلا دیا جاتا ہے، اسکے بعد نصف انسانی قد کے بقدر پتہ پر چاول کا ڈھیر لگا دیا جاتا ہے، بت خانہ کا بڑا پروہت مورتی کے سامنے کیلے کے پتے سے پنکھا جھلتا ہے اور چاول کی بھاپ مورتی کے چہرہ تک پہنچا دیتا ہے اور کہتا ہے

کر بھگوان نے بھوجن کر لیا۔ مورتی کے کھانا کھانے سے پہلے بتخانے کے پروہت اور خدمت گار جھانجھر شہنائی اور ڈھول بجاتے ہوئے مورتی کے ہال کا چکر لگاتے ہیں اور بسا اوقات سخانانی لڑکیاں اٹھلا اٹھلا کرتی ہیں اور کہتی ہیں ہم بھگوان کا جی بہلاتے ہیں اس کے بعد مورتی کو کھانا کھلایا جاتا ہے اور یہ جتانے کے لئے کہ کھانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے ہال کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور جب وہ کھانا کھا لیتا ہے تب دروازے کھولے جاتے ہیں اور کھانا اٹھا لیا جاتا ہے۔ اس وقت پروہت کہتے ہیں کہ مورتی نے کھانا دان کر دیا۔ بت خانہ میں جتنے یاتری ہوتے ہیں ان سب کو کھانا دیا جاتا ہے حتی کہ پرندوں اور کتوں تک کو محروم نہیں کیا جاتا۔

گاہے گاہے مورتی کو دودھ اور گھی سے نہلایا جاتا ہے اور اس کے دھوون سے مریض بیماری سے شفا پانے کے لئے غسل کرتے ہیں۔

اصطخری[1] متوفی ۳۵۰ھ/۹۶۱ء۔

ملتان میں ایک مورتی ہے جس کی ہندو تعظیم کرتے ہیں اور ہر سال ہندوستان کے دور ترین حصوں سے اس کی زیارت کرنے آتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے لئے بیش قیمت نذرانے لاتے ہیں، یہ نذرانے بتخانے کے پجاریوں اور خدمتگاروں پر صرف ہوتے ہیں، ملتان کا نام اس مورتی کے نام پر ملتان ہو گیا ہے[2]۔

بت خانہ ایک محل ہے جو بازار ملتان کے سب سے بارونق حصے میں ہاتھی دانت بازار اور ٹھٹیل فروشوں کی لائن کے درمیان واقع ہے۔ محل کے وسط میں ایک گنبد ہے اور اسمیں مورتی رکھی ہے۔ گنبد کے گرد کمرے ہیں جن میں مورتی کے پجاری اور خدمتگار رہتے ہیں، ملتان میں اس مورتی کے پجاریوں کے علاوہ نہ ہندوستان کا کوئی پجاری ہے نہ سندھ کا۔ مورتی انسانی شکل کی ہے اور پلتھی مارے ایک پکے چبوترہ پر بیٹھی ہے، اس کے سارے جسم پر لال چمڑے کا ایک غلاف چڑھا ہوا ہے جو بکری کی کھال سے مشابہ ہے، آنکھوں کے علاوہ مورتی کے جسم کا کوئی حصہ اس غلاف سے باہر نہیں ہے، بعض لوگ

---

[1] المسالک والممالک، ایڈیٹر ڈی خویے، لائیڈن ۱۹۲۷ء ص ۱۰۳[2] سندھ میں سورج کی مورتی تھی، سورج کا ایک نام مول بھی ہے، استھان جگہ اور مقام کے ہم معنی ہے اسلئے مول استھان سے جو مندر کا نام تھا شہر کا نام بھی ملتان ہو گیا۔ دیکھو قدیم ہندوستان کا جغرافیہ کننگھم، کلکتہ ۱۹۲۴ء ص ۲۶۸۔

کہتے ہیں کہ اس کا جسم لکڑی کا ہے، بعض کی رائے ہے کہ وہ کسی دوسری چیز سے بنا ہے۔ بہرحال اسکے جسم کا کوئی حصہ کھلا نہیں چھوڑا گیا ہے، اس کی آنکھوں میں دو یاقوت جڑے ہوئے ہیں، سر پر سونے کا تاج ہے، وہ چبوترے پر دوزانو بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھے ہیں گویا وہ چار کی گنتی گن رہی ہو۔

مورتی کے پاس جو نذر لے کر لائے جاتے ہیں ان کا بیشتر حصہ ملتان کا مسلمان امیر لے لیتا ہے اور پجاریوں کو سال بھر کا خرچہ دیدیتا ہے۔ جب ہندوستان کے راجہ ملتان کے حاکم سے لڑنے اور مورتی کو لیجانے کے ارادے سے چڑھائی کرتے ہیں، تو مسلمان مورتی کو دشمن کی فوج کے سامنے نکال لاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ اس کو توڑ کر جلا ڈالیں گے، یہ دیکھ کر حملہ آور لوٹ جاتے ہیں۔ اگر مورتی کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو وہ ملتان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں۔

ابودُلَف مسعر بن مُہلہل جس نے ۳۳۱ھ/۹۴۲ء میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔

ہندوستان کے ساحلوں سے ہوتا ہوا میں ملتان پہنچا، یہ ہندوستان کے ان آخری شہروں میں ہے جو سرزمین چین سے متصل ہیں اور ان اولین شہروں میں ہے جو ہمارے علاقے (خراسان وجبال) اور آراضی سندھ سے متصل ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان شہر ہے ہندوؤں اور چینیوں کی نظر میں اسکا رتبہ بہت بلند ہے، وجہ یہ ہے کہ ملتان ان کی اہم ترین تیرتھ گاہ ہے اور یہاں ان کا وہ عبادت خانہ ہے جس کو وہی حیثیت حاصل ہے جو مکہ کو مسلمانوں میں اور بیت المقدس کو عیسائیوں اور یہودیوں میں ہے۔ ملتان میں سب سے بڑا گنبد اور عظیم ترین مورتی پائی جاتی ہے۔ اس گنبد کی بلندی کوئی چھ سَو فٹ (تین سو ذراع) ہے اور مورتی کی جسامت گنبد کے اندر دوسو فیٹ (سو ذراع) اور اسکے سر سے گنبد کی چھت دوسو فٹ (سو ذراع) بلند ہے اسی طرح اسکے پیروں سے

ل معجم البلدان یاقوت مصر پہلا ایڈیشن ۵/۴۱۸-۴۱۹۔ ۲ ابودلف نے مورتی اور اسکے گنبد کے طول وعرض کے بارے میں جو اعداد وشمار دیئے ہیں ان کی توثیق کسی عربی تحریر سے نہیں ہوتی۔ معجم البلدان کے صاحب نظر مصنف نے جو ابودلف کے اس بیان کا ناقل ہے اس کے اعداد وشمار کو غلط قرار دیا ہے، ابودلف ایک درباری شاعر اور ادیب تھا، ہمارا خیال ہے کہ اسنے داستان کو رنگین بنانے اور اپنے درباری سامعین کو حیرت میں ڈالنے کے لئے (باقی اگلے صفحہ پر)

زمین کا فاصلہ دو سو فٹ (سو ذراع) ہے، مورتی قبہ کے بیچوں بیچ معلق ہے، نہ نیچے سے کسی بنیاد پر قائم ہے نہ اوپر سے کوئی چیز اس کو تھامے ہے۔

بیرونی [1]

مشہور بتوں میں سے ملتان کا بت ہے، اسکا نام آدت ہے یعنی سورج۔ یہ بت لکڑی کا تھا اور اس پر بکری کی صاف کی ہوئی کھال چڑھی ہوئی تھی، اس کی آنکھیں لال یاقوت کی تھیں ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ وہ آخری کرتا جگ (دورخیر و فلاح) میں بنایا گیا تھا، فرض کرو کہ وہ کرتا جگ کے بالکل آخر میں بنا تو اس وقت سے ہمارے زمانہ تک دو[2] لاکھ سولہ ہزار چار سو تیس سال ہوتے ہیں محمد بن قاسمؒ نے جب ملتان فتح کیا تو اس کی رونق اور دولت کا سرچشمہ اسی بت کو پایا کیونکہ ہر سمت سے لوگ اسکی زیارت کو آتے تھے۔ لہٰذا اس نے مناسب سمجھا کہ بت کو برقرار رکھا جائے۔ تاہم بت کا مذاق اڑانے کے لئے اس نے اس کی گردن میں گائے کا گوشت[3] لٹکا دیا اور اس کے پاس ایک جامع مسجد بنوادی جب قرامطہ کا ملتان پر تسلط ہوا تو ان کے حاکم جلم بن شیبان نے بت توڑ ڈالا اور اس کے پجاریوں کو قتل کردیا اور بتخانہ کو جو ایک ٹیلہ پر چونے سے بنا ہوا قصر تھا محمد بن قاسم کی مسجد کی جگہ جامع مسجد بنادیا اور بنو اُمیہ سے اپنی نفرت کو تسکین دینے کے لئے پہلی مسجد بند کرادی جب امیر محمود نے اس علاقہ پر قرامطہ کا تسلط ختم کیا تو اس نے پہلی جامع مسجد میں پھر نماز جمعہ جاری کرادی اور قرامطہ والی مسجد بند کرادی اور آج اس میں مہندی کے پتوں کا کھلیان ہے۔

اِدریسی[4] (بارہویں صدی عیسوی):۔

. . . . ملتان میں ایک مورتی ہے جس کی ہندو تعظیم کرتے ہیں اور دور دور سے اسکی یاترا

---

[1] کتاب الہند ص ۵۶ [2] ایڈورڈ سخاؤ ایڈیٹر و مترجم کتاب الہند کی رائے ہے کہ بیرونی کے یہ اعداد صحیح نہیں اسکے حساب سے کرتا جگ سے بیرونی کے وقت تک اکیس لاکھ چونسٹھ ہزار سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ دیکھو انگریزی ترجمہ لندن ۱۹۱۰ء ۱/۲۹۶ [3] ہمارے دوسرے عربی ماخذ بیرونی کے اس قول کی تائید نہیں کرتے۔ [4] نزہۃ المشتاق قلمی ۱/۱۱۵-۱۱۶

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس غلو کا سہارا لیا تھا۔ ابوالفدا کی یہ تصریح بھی نادرست ہے کہ مورتی گنبد کے وسط میں معلق تھی نیز یہ کہ ملتان کی چین کی عملداری سے اور سندھ کی سرحد خراسان سے ملتی تھی۔

کو آتے ہیں اور بطور تعظیم بہت سا روپیہ پیسہ، زیورات خوشبودار اشیا اور دوسری بیش قیمت چیزیں جنکے ذکر سے قلم قاصر ہے اس پر چڑھاتے ہیں۔ مورتی کے نوکر چاکر ہیں اور پروہت جو اسکی پوجا پاٹ کرتے ہیں، ان کو مورتی کے نذرانوں سے تنخواہ اور پوشاک دیجاتی ہے۔ ملتان کا نام مورتی کے نام پر ہے[1]، مورتی انسان کے ہم شکل ہے اور ایک پکے فرش پر پلتھی مارے بیٹھی ہے آنکھیں چھوڑ کر اس کا سارا جسم لال کھال سے ڈھکا ہوا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مورتی لکڑی کی ہے اور بعض یہ ماننے سے انکار کرتے ہیں، بہرحال مورتی کا جسم کھلا نہیں رکھا جاتا، اس کی آنکھوں میں دو قیمتیں پتھر لگے ہیں، سر پر سونے کا تاج ہے جسمیں جواہرات جڑے ہیں، مورتی دوزانو بیٹھی ہے۔ اس کی بانہیں گھٹنوں پر پھیلی ہوئی ہیں اور ہاتھ اس طرح رکھے ہیں گویا چار کی گنتی گن رہی ہے ہندو اس مورتی کو بیحد مقدس سمجھتے ہیں۔

مورتی کا مندر ملتان کے ٹھیک بیچوں بیچ سب سے بارونق بازار میں واقع ہے، یہ ایک بڑا اور سجا ہوا گنبد ہے جو مستحکم بنیادوں اور ستونوں پر قائم ہے اس کی دیواروں پر رنگین کام ہے اور دروازے مضبوط ہیں، اس گنبد میں مورتی رکھی ہے، گنبد کے چاروں طرف کمرے ہیں جنمیں مورتی کے نوکر چاکر اور پجاری رہتے ہیں۔

مورتی کے پروہتوں کو چھوڑ کر نہ کوئی ہندوستانی اس کی پوجا کرتا ہے نہ کوئی سندھی، یہ لوگ صرف اس کا حج کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کی عظمت اور برکت کے معترف ہیں۔ ملتان کے پڑوسی راجہ جب شہر کو تباہ کرنے اور مورتی کو لیجانے کے قصد سے چڑھائی کرتے ہیں تو مورتی کے پروہت اس کو چھپا لیتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ اسکو توڑ کر برباد کردینگے، حملہ آور راجاؤں کو جب یہ معلوم ہوتا ہے تو وہ ملتان کو بغیر نقصان پہنچائے لوٹ جاتے ہیں؛ اگر مورتی نہ ہوتی تو ملتان برباد ہوجاتا، مورتی کے معتقد کہتے ہیں کہ اس کی برکت سے ملتان پر خدا کی رحمت ہے یہی اعتقاد اس کی غیر معمولی تعظیم کا باعث ہے۔

---

[1] مورتی کے بارے میں ادریسی کا بیان اصطخری کی المسالک والممالک سے ماخوذ ہے.... دیکھو فٹ نوٹ ۲ صفحہ ۲۰۵

مانکیر کی مورتی

ابن الندیم[1] (ہندوستان کے مذاہب پر نویں صدی عیسوی کے وسط میں لکھی ہوئی ایک کتاب کا اقتباس)

سب سے بڑا بتخانہ مانکیر[2] میں ہے، اس کی لمبائی تین میل (ایک فرسخ) سے زائد ہے، مانکیر بلھرا[3] کا دارالسلطنت ہے۔ مانکیر طول میں سوا سو میل (چالیس فرسخ) ہے۔ یہاں کے مکانات ساگون بانس اور مختلف قسم کی لکڑی سے بنے ہوئے ہیں، کہا جاتا ہے کہ مانکیر میں عام لوگوں کے پاس ایک لاکھ ہاتھی ہیں جو سامان ڈھوتے ہیں۔ شاہی اصطبل کے ہاتھیوں کی تعداد ساٹھ ہزار ہے۔ مانکیر کے دھوبیوں کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار ہاتھی ہیں، اس میں بیس ہزار مورتیاں ہیں جو مختلف دھاتوں سے بنائی گئی ہیں جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا، پیتل، مختلف قسم کے پتھروں کے گندھے ہوئے سنگ ریزے اور ہاتھی دانت، مورتیوں پر قیمتی پتھر جڑے ہوئے ہیں، بادشاہ ہر سال اس بتخانہ کی زیارت کو جاتا ہے، وہ اپنے محل سے پاپیادہ چلتا ہے اور صرف واپسی میں سوار ہوتا ہے، بتخانہ میں ایک مورتی ہے جس کی لمبائی تقریباً ہفت (بارہ ذراع) ہے، یہ مورتی سونے کے تخت پر رکھی ہے اور تخت ایک قبہ کے وسط میں ہے اور قبہ کی دیواروں پر مختلف قسم کے سفید پتھر اور لال، پیلے نیلے اور فیروزی یاقوت لگے ہوئے ہیں، اس مورتی پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور اکثر ہندو خود اپنی جانیں بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ اس کام کے لئے سال کا ایک خاص دن مقرر ہے۔

---

[1] فہرست [illegible] [2] مانکیر، مالکھید کی تحریف ہے۔ مالکھید راشٹرکوٹا سلاطین کی راجدھانی تھی، موجودہ گلبرگہ کے قریب تقریباً ۲۵۰ میل جنوب میں۔ [3] بلھرا، وبھ راے کا معرب ہے، بلھرا موجودہ ریاستہائے بمبئی اور حیدرآباد میں بسنے والے شرکوٹا سلاطین کا لقب تھا جنہوں نے ۷۵۳ء سے ۹۷۳ء تک حکومت کی تھی، یہ سلاطین شو اور وشنو کی پوجا کرتے تھے، بدھ مت سے ان کو کوئی عقیدت نہ تھی۔ [4] یہ تصریح غلط معلوم ہوتی ہے۔ بڑے سے بڑے شہر علاوہ چند میل سے زیادہ لمبے نہیں ہوتے، اس بیان میں ہاتھیوں، گھوڑوں اور مورتیوں سے متعلق جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں، وہ بھی مبالغہ پر مبنی ہیں۔